سیاہ کاری کا رسم اور اسلامی تعلیمات

سید باچا آغا صاحبزادہ
لیکچرر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ

نوٹ: غیرت کے نام پر قتل کو بلوچستان کے بعض علاقے کے عوام ''سیاہ کاری'' کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں چونکہ مقالہ نگار کا تعلق کوئٹہ سے ہے لہذا ادارہ نے یہی اصطلاح اختیار کرلی۔

نمبر شمار	ذیلی عنوانات	نمبر شمار	ذیلی عنوانات
۱	سیاہ کاری کا تعارف	۲	سیاہ کاری کے مرتکب مرد و عورت سے متعلق اسلامی تعلیماتد
۳	زِنا محض اور زِنا بزن غیر میں فرق	۴	زِنا محض کی سزا
۵	زِنا محض کی سزا دینے کیلئے شرائط	۶	زِنا بزن غیر یا زِنا بعد احصان کی سزا
۷	زِنا بزن غیر کی سزا دینے کیلئے شرائط	۸	فہرست مراجع و مصادر

سیاہ کاری کا تعارف:

سیاہ کاری، کاروکاری یا غیرت کے نام پر قتل کرنے کا دستور بہت قدیم ہے۔ مذکورہ نام ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ جو کہ مختلف علاقوں میں بولی جانے والی بولیوں کے مطابق وضع کئے گئے ہیں۔ مثلاً بلوچستان میں اسے سیاہ کاری کہا جاتا ہے۔ جس کا معنی بدکار، پاپی، گنہگار، مجرم۔ سندھ میں اسے کاروکاری کہا جاتا ہے۔ پنجاب میں کالا کالی اور سرحد میں طور طورہ کے نام سے مشہور ہے۔ کالے رنگ کے مفہوم کی حامل یہ اصطلاحات زِنا کاری اور اس کے مرتکب ٹھہرائے گئے افراد سے وابستہ سماجی رسوائی کا مظہر ہے۔(1)

پاکستان میں جب کوئی مرد و عورت کی جان لے کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نے یہ کام اس بناء پر کیا ہے۔ کہ وہ عورت اور مرد جنسی بد فعلی کی مرتکب ہوئے ہیں تو پھر اُسے قتل نہیں بلکہ ''غیرت کے نام پر مارنا'' کہا جاتا ہے۔ جبکہ انگریزی میں اسے (Honour Killing) کہتے ہیں۔ ملزمہ زانی عورت اور بعض اوقات اس کے شریک جرم ملزم مرد کو قتل کرنے کا مقصد رسوائی مٹانے اور عزت و ابرو برقرار رکھنے کے علاوہ اپنے دیرینہ جھگڑے مٹانے، زمین و زر کے حصول، قرض ادا کرنیکی ذمہ داری سے گلو خلاصی کرانے، دوسری بیوی کے حصول، کسی ناپسندیدہ عورت سے چھٹکارا پانے اور اسی طرح کے اور بہت سے مقاصد کیلئے مردوں پر کاروکاری کا لیبل لگا کر انہیں قتل کر دیتے ہیں۔

حالیہ برسوں میں کاروکاری، سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر کیئے گئے قتل سے متعلق واقعات میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے اور مذکورہ واقعات کی

اخبارات میں بہت زیادہ تشہیر کی گئی تاہم زیادہ رپورٹنگ نہ تو اس دہشت کی ترجمانی کر پاتی ہے اور نہ ہی اس کی وجوہات اور اس کے نتائج کی نوعیت کے متعلق وضاحت کرتی ہے۔ جب اس رسم کا شکار بننے والے مرد اور عورت کا تعلق شہر کے کسی اعلیٰ طبقے سے ہو تو اس کی کہانی کی تشہیر سنسنی خیز ہونے کے علاوہ چٹخارے دار اور فحش ہوتی ہے، لیکن جب کوئی گمنام کسی دور دراز کے دیہات میں قتل کر دیئے جاتے ہیں تو اس جرم کے بارے میں صرف دو انچ کی رپورٹ شائع ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں طرز بیان حقیقت سے اتنا دور ہوتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے واقعات کا ہماری زندگیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ (2)

بہر حال مذکورہ بالا اصطلاحات کسی مرد و عورت پر اُس وقت لاگو کئے جاتے ہیں۔ جبکہ وہ زِنا کاری کے مرتکب پائے گئے ہوں یا ان پر زِنا کاری کا شبہ ہو۔ بعد میں انہی اصطلاحات کے تحت جب انہیں سزا کے طور پر قتل کر دیے جاتے ہیں تو اسے محض قتل نہیں بلکہ غیرت کے نام پر قتل کا نام دیا جاتا ہے۔

سیاہ کاری کے مرتکب مرد و عورت کے متعلق اسلامی تعلیمات:

بغیر نکاح کے کسی مرد کا عورت کے ساتھ یا عورت کا مرد کے ساتھ مباشرت کرنا زِنا ہے۔ قرآن مجید میں مرد و عورت دونوں کو زِنا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''ولا تقربوا الزنیٰ انه کان فاحشة وساء سبیلا''۔

ترجمہ: اور زِنا کے پاس نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بُری راہ ہے۔

قرآن وحدیث میں زِنا کو نہ صرف بے حیائی اور بُری راہ سے تعبیر کیا گیا ہے بلکہ اُس کو حدود میں داخل کر کے کڑی سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ شریعت ایک طرف حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی زِنا کرے اور شہادتوں سے اُسکا جرم ثابت ہو جائے تو اُس کو وہ انتہائی سزا دو جو کسی اور جرم پر نہیں دی جاتی۔ اور دوسری طرف فیصلہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی پر زِنا کا الزام لگائیں وہ یا تو شہادتوں سے اپنا الزام ثابت کرے، ورنہ اس پر اسی (80) کوڑے برسا دو تاکہ آئندہ کبھی وہ اپنی زبان سے ایسی بات بلاثبوت نکالنے کی جرأت نہ کرے۔ بالفرض اگر الزام لگانے والے نے کسی کو اپنی انکھوں سے بھی بدکاری کرتے دیکھ لیا ہو تب بھی اسے خاموش رہنا چاہیے اور دوسروں تک اسے نہ پہنچانا چاہیے تاکہ گندگی جہاں ہے وہیں پڑی رہے اور پھیلے نہیں۔ البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو معاشرے میں بے ہودہ چرچے کرنے کے بجائے معاملہ حکام کے پاس لے جائے اور عدالت میں ملزموں کا جرم ثابت کر کے اسے سزا دلوائیں، یوں نہ ہونا چاہیے جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرے میں بلاثبوت وگواہی کے صرف سیاہ کاری کا الزام عائد کر کے مرد و عورت کو قتل کیا جاتا ہے۔ اس طرز عمل کو رسوم و رواج کا حصہ قرار دینے کی دلیل دی جاتی ہے اور اس طرز عمل کو اپناتے ہوئے ملوث افراد نہ صرف اسلامی حدود کو پار کر دیتے ہیں۔ بلکہ انسانی حقوق کے بھی پامالی کر دیتے ہیں۔

سیاہ کاری یا بالفاظ دیگر زِنا کاری کا عام مفہوم جس سے ہر شخص واقف ہے، یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت بغیر اس کے کہ ان کے درمیان جائز رشتہ زن و شوہر ہو، باہم مباشرت کا ارتکاب کریں۔ اس فعل کا اخلاقاً بُرا ہونا، یا مذہباً گناہ ہونا، یا معاشرتی حیثیت سے معیوب اور

قابل اعتراض ہونا ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم ترین زمانے سے آج تک تمام انسانی معاشرے متفق رہے ہیں اور اس میں سوائے ان متفرق لوگوں کے جنہوں نے اپنی عقل کو اپنی نفس پرستی کے تابع کر دیا ہے، کسی نے آج تک اختلاف نہیں کیا ہے۔ اس عالمگیر اتفاق رائے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت خود زِنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔

زِنا محض اور زِنا بزن غیر میں فرق:

زِنا کی حرمت پر متفق ہونے کے بعد اختلاف جس امر میں ہوا ہے وہ اسکے جرم یعنی قانوناً مستلزم سزا ہونے کا مسئلہ ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے اسلام اور دوسرے مذاہب وقوانین کا اختلاف شروع ہوتا ہے۔ انسانی فطرت سے قریب ترین جو معاشرے رہے ہیں، انہوں نے ہمیشہ زِنا یعنی عورت اور مرد کے ناجائز تعلق کو بجائے خود ایک جرم سمجھا ہے اور اس کے لئے سخت سزائیں رکھی ہیں۔ لیکن جوں جوں انسانی معاشروں کو تمدن خراب کرتا گیا ہے رویہ نرم ہوتا چلا گیا ہے۔ اس معاملے میں اولین تساہل جس کا ارتکاب بالعموم کیا گیا ہے یہ تھا کہ محض زِنا (Fornication) اور زِنا بزن غیر (Adultery) میں فرق کر کے اول الذکر کو ایک معمولی سی غلطی اور صرف موخر الذکر کو جرم مستلزم سزا قرار دیا گیا۔ محض زِنا کی تعریف جو مختلف قوانین میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی مرد خواہ وہ کنوارا ہو یا شادی شدہ کسی ایسی عورت سے مباشرت کرے جو دوسرے شخص کی بیوی نہ ہو۔ اس تعریف میں اصل اعتبار مرد کی حالت کا نہیں بلکہ عورت کی حالت کا کیا گیا ہے۔ عورت اگر بے شوہر ہے تو اس سے مباشرت محض زِنا ہے، قطع نظر اس سے کہ مرد بیوی رکھتا ہو۔ اسلام کے سوا دیگر تمام زِنا بزن غیر ہی اصلی اور بڑا جرم ہے۔ یعنی یہ کہ کوئی شخص خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ کسی ایسی عورت سے مباشرت کرے جو دوسری شخص کی بیوی ہو۔ اس فعل کے جرم ہونے کی سزا کی بنیاد یہ نہ تھی کہ ایک مرد اور ایک عورت نے زِنا کا ارتکاب کیا ہے، بلکہ یہ تھی کہ دونوں نے ملکر ایک شخص کو خطرے میں مبتلا کر دیا ہے کہ اُسے کسی ایسے بچے پالنا پڑے جو اُس کا نہیں۔ گویا زِنا نہیں بلکہ اختلاط نسب کا خطرہ ہے۔ (3)

لیکن اسلامی قانون ان سب تصورات کے برعکس زنا کو بجائے ایک جرم مستلزم سزا قرار دیتا ہے اور شادی شدہ ہو کر زنا کرنا اس کے نزدیک جرم کی شدت کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے اس بناء پر مجرم نے کسی سے عہد شکنی کی یا کسی دوسرے کے بستر پر دست درازی کی بلکہ اس بناء پر کہ اس کیلئے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ایک جائز ذریعہ موجود تھا اور پھر بھی اُس نے ناجائز ذریعہ اختیار کیا۔

زنا محض کی سزا:

زنا محض یا غیر شادی شدہ جوڑے کے زنا کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔

الزانية والزانی فاجلد و اكل واحد منهما مائة جلدة ولا تاخذ كم بهما رأفة فی دين الله ان كنتم تؤمنون باالله واليوم الأخرو ليشهد عذا بهما طائفة من المؤمنين. (سورة نور 2/24)

ترجمہ: زانیہ عورت زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اوران پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے حوالے میں دامن گیر نہ ہو اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو اوران کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔

اس آیت میں زنا کی جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ دراصل محض زنا کی سزا ہے۔ یہ بات خود قرآن ہی کے ایک اشارے سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ یہاں اس زنا کی سزا بیان کر رہا ہے جس کے فریقین غیر شادی شدہ ہوں۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہے کہ

''والـلا تـی یـاتین الفاحشة من نسائكم فاستشهد واعليهن اربعة منكم فان شهدو افامسكوهن فی البيوت حتی يتوفٰهن الموت او يجعل اللّٰه لهن سبيلا.'' (النساء)

ترجمہ: اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ اُن پر چار مرد اپنوں میں سے، پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو بند رکھوان عورتوں کو گھروں میں یہاں تک کہ اٹھالے ان کو موت یا مقرر کردے اللہ تعالیٰ ان کیلئے کوئی راہ۔

اس آیت میں ایک ثبوت زنا کا خاص طریقہ چار مردوں کی شہادت کے ساتھ ہونا بیان فرمایا ہے۔ دوسرے زنا کی سزا عورت کیلئے گھر میں قید رکھنا اور دونوں کے لئے ایذا پہنچانا مذکور ہے اور ساتھ اس میں یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ سزائے زنا کا حکم آخری نہیں بلکہ آئندہ اور کچھ حکم آنے والا ہے جب سورۃ نور کی آیت مذکورہ نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سورۃ النساء میں جو وعدہ کیا گیا تھا ''**او يـجـعـل الـلّٰـه لهن سبيلا** '' یعنی یہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور سبیل بتادے تو سورۃ نور کی اس آیت نے وہ سبیل بتلادی یعنی سو کوڑے کی سزا مرد عورت دونوں کے لئے متعین فرمادی۔ اس کے ساتھ ہی ابن عباسؓ نے سو کوڑے مارنے کی سزا کو غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے مخصوص قرار دیا (4) اور فرمایا ''**یعنی الرجما اشيب و االجلد للبكر**'' یعنی وہ سبیل اور سزائے زنا کی تعیین یہ ہے کہ شادی شدہ مرد و عورت سے یہ گناہ سرزد ہو تو ان کو سنگسار کر کے ختم کیا جائے اور غیر شادی شدہ کے سو کوڑے مارنا سزا ہے۔

شیخ احمد ملا جیون تفسیرات احمدیہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ''**والـحـكـم الـمـذكـور فـی الاية و هـوا الـجـلـد انـمـا هو لغير المحصن.**'' (5)

ترجمہ: اور حکم مذکور جو آیت (سورہ نور) میں درج، جو کوڑے مارنا ہے، وہ غیر شادی شدہ جوڑے کی (سزا) ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں اس کے متعلق حسب ذیل ذکر ہے کہ '' **وان كان غير محصن فحده مائة جلدة ان كان حراً** ''(6)

ترجمہ: اور اگر زنا کرنے والے شادی شدہ نہ ہو، تو اسکی سزا سو کوڑے ہیں بشرطیکہ آزاد ہوں۔

زنا محض کے سزا دینے کیلئے شرائط:

کسی شخص (مرد یا عورت) کو مجرم قرار دینے کے لئے صرف یہ امر کافی نہیں ہے کہ اس سے فعل زنا صادر ہوا ہے بلکہ اس کیلئے مجرم میں کچھ شرطیں پائی جانی چاہیں۔

زنا محض یا بالفاظ دیگر غیر شادی شدہ جوڑے کے زنا کرنے کے معاملے میں شرط یہ ہے کہ مجرم ایک آزاد ہو جیسا کہ عالمگیری کے عبارت مذکورہ (ان کان حرا) سے واضح ہے۔ اگر ایک مجرم غیر محصن غلام ہو تو ان کی سزا 50 کوڑے ہیں۔ دوسرا یہ کہ عاقل ہو اور تیسرا شرط یہ کہ بالغ ہو۔ اگر کسی مجنون یا کسی بچے سے یہ فعل سرزد ہو تو وہ حد زنا نہیں ہے۔

زنا بزن غیر یا زنا بعد احصان کی سزا:

یہ امر کہ زنا بزن بعد احصان کی سزا کیا ہے قرآن مجید نہیں بتاتا بلکہ اس کا علم ہمیں حدیث سے حاصل ہوتا ہے۔ بکثرت معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی ﷺ نے نہ صرف قولاً اس کی سزا رجم (سنگساری) بیان فرمائی ہے بلکہ عملاً آپ نے متعدد مقدمات میں یہی سزا نافذ بھی کی ہے پھر آپ کے بعد چاروں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں یہی سزا نافذ کی اور اسی کے قانونی سزا ہونے کا بار بار اعلان کیا۔ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں یہ مسئلہ بالکل متفق تھا۔ کسی ایک شخص کا بھی کوئی قول ایسا نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ قرون اولی میں کسی کو اس کے ثابت شدہ حکم شرعی ہونے میں کوئی شک تھا۔ ان کے بعد تمام زمانوں اور ملکوں کے فقہائے اسلام اس بات پر متفق رہے ہیں کہ یہ ایک سنت ثابتہ ہے۔ کیونکہ اس کی صحت کے اتنے متواتر اور قوی ثبوت موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب علم اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ عین الھدایہ۔ اردو شرح ھدایہ میں اس (زنا بزن غیر یا زنا بعد احصان) کے متعلق یوں ذکر ہے

واذا وجب الحد و كان الزانى محصنا رجمه بالحجارة حتى يموت لأنه عليه السلام رجم ماعزاً وقد احصن و قال فى الحديث المعروف وزنا بعد الاحصان و على هذا اجماع الصحابة(7)

ترجمہ: جب حد واجب ہوئی اور زنا کرنے والا محصن ہے تو حاکم اس کو پتھروں سے سنگسار کرے یہاں تک کہ مر جائے کیونکہ حضور ﷺ نے ماعز ابن مالک کو رجم کیا درحالیکہ وہ محصن تھا اور حدیث معروف میں ہے وان زنا الاحصان اور اسی پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔ ایک دوسرے حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ "**لا يحل دم امرء مسلم الا باحدى ثلث زنا بعد احصان او كفر بعد اسلام او قتل نفس بغير حق.**" **(8)**

ترجمہ: کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے مگر تین (باتوں) میں سے کوئی ایک (بات) ہو خواہ وہ احصان کے بعد زنا کرے (یعنی رجم کیا جائے گا) یا اسلام کے بعد کافر (مرتد) ہو جائے (یعنی اگر اسلام نہ لایا تو قتل کر دیا جائے) یا کسی جان کو ناحق قتل کرے (یعنی قصاصاً کیا جائے)۔

زنا بزن غیر کے سزا دینے کیلئے شرائط:

زنا بعد احصان کے بعد سزا دیتے وقت جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

1۔ پہلی شرط یہ ہے کہ مجرم آزاد ہو اس پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ قرآن خود اشارہ کرتا ہے کہ غلام کو رجم کی سزا نہیں دی جائیگی۔

سورہ نساء میں یہ بات ذکر ہے کہ لونڈی اگر نکاح کے بعد زنا کا مرتکب ہو تو اسے غیر شادی شدہ آزاد عورت کی بہ نسبت آدھی سزا دینی چاہیئے۔لہذا فقہاء نے تسلیم کیا ہے کہ قرآن کا یہی قانون غلام پر بھی نافذ ہوگا۔

2۔ دوسری شرط یہ کہ مجرم باقاعدہ شادی شدہ ہو۔شرط بھی متفق علیہ ہے اور اس شرط کی رو سے کوئی ایسا شخص جو مالک یمن کی بناء پر تمتع کر چکا ہو یا جس کا نکاح کسی فاسد طریقے سے ہوا ہو، شادی شدہ قرار نہیں دیا جائیگا یعنی اگر اس سے زنا کا صدور ہو تو اس کو رجم کی نہیں بلکہ کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

3۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس کا محض نکاح ہی نہ ہوا ہو بلکہ نکاح کے بعد خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو صرف عقد نکاح کسی فرد کو محصن یا عورت کو محصنہ بنا دیتا کہ زنا کے ارتکاب کی صورت میں ان کو رجم کیا جائے اس شرط پر بھی اکثر فقہاء متفق ہیں مگر امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ اس میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ ایک مرد یا ایک عورت کو محصن صرف اسی صورت میں قرار دیا جائیگا جبکہ نکاح اور خلوت صحیحہ کے وقت زوجیت آزاد، بالغ اور عاقل ہوں۔اس مزید شرط سے جو فرق واقع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک مرد کا نکاح ایسی عورت سے ہوا ہو جو لونڈی یا نابالغ یا مجنون ہو تو خواہ وہ اس حالت میں اپنی بیوی سے لذت اندوز بھی ہو چکا ہو، پھر بھی وہ مرتکب زنا ہونے کی صورت میں رجم کا مستحق نہ ہوگا یہی معاملہ عورت کا بھی ہے کہ اگر اسے اپنے نابالغ یا مجنون یا غلام شوہر سے لذت اندوز ہونے کا موقع مل چکا ہو، پھر بھی وہ مرتکب سزا ہونے کی صورت میں رجم کی مستحق نہ ہوگی۔

4۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ مجرم مسلمان ہو اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔امام شافعیؒ، امام یوسفؒ اور امام احمدؒ اس کو نہیں مانتے۔ان کے نزدیک ذمی بھی اگر زنا بعد احصان کا مرتکب ہوگا تو رجم کیا جائیگا۔لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اس امر پر متفق ہیں کہ زنا بعد احصان کی سزا رجم صرف مسلمان کے لئے ہے۔اس کے دلائل میں سب سے زیادہ معقول اور وزنی دلیل یہ ہے کہ ایک آدمی کو سنگساری جیسی خوفناک سزا دینے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکمل احصان کی حالت میں ہو اور پھر بھی زنا کے ارتکاب سے باز نہ آئے۔ احصان کا مطلب ہے اخلاقی قلعہ بندی اور اس کی تکمیل تین حصاروں سے ہوتی ہے۔اولین حصار یہ ہے کہ آدمی خدا پر ایمان رکھتا ہو، آخرت کی ابدی کا قائل ہو اور شریعت خداوندی کو تسلیم کرتا ہوں۔دوسرا حصار یہ ہے کہ وہ معاشرے کا آزاد فرد ہو، کسی دوسرے کی غلامی میں نہ ہو جس کی پابندیاں اُسے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے جائز تدابیر اختیار کرنے میں مانع ہوتی ہے، اور لاچاری و مجبوری سے گناہ کر سکتی ہے اور کوئی خاندان اُسے اپنے اخلاق اور اپنی عزت کی حفاظت میں مدد دینے والا نہ ہوتا۔تیسرا حصار یہ ہے کہ اس کا نکاح ہو چکا ہو اور اسے تسکین نفس کا جائز ذریعہ موجود ہو۔یہ تینوں حصار جب پائے جاتے ہوں تب قلعہ بندی مکمل ہوتی ہے اور تب ہی وہ شخص بجا طور پر سنگساری کا مستحق قرار پا سکتا ہے جس نے جائز شہوت رانی کی خاطر تین حصار توڑ ڈالے۔لیکن جہاں پہلا اور سب سے بڑا حصار یعنی خدا اور آخرت اور قانون خداوندی پر ایمان ہی موجود نہ ہو وہاں یقیناً قلعہ بندی مکمل نہیں ہے اور اس بناء پر مجرم کا جرم بھی اس شدت کو پہنچا ہوا نہیں ہے جو اُسے انتہائی سزا کا مستحق بنا دے۔(9)

زنا بعد احصان کیلئے شرائط فتاویٰ عالمگیری میں اس طرح سے ذکر ہیں کہ ''و احصان الرجم یکون حراً عاقلاً بالغاً مسلماً قد تروج امراة نکاحاً صحیحاً و دخل بها وهما علی صفة الاحصان کذافی الکافی فلا یکون محصنابالخلوة الموبجه للمهر والعدة ولا یکون محصناًبالجماع فی النکاح الفاسد ولا بالجماع فی النکاح الصحیح اذا کان قال لها ان تزوجتک فانت طالق لا نها تطلق بنفس العقد فجماعه ایا ها بعد ذالک یکون زِنا الا انه لا یجب به الحد لشبهة اختلاف العلماء و کذاان تزوج المسلم مسلمة بغیر شهود فدخل هکذافی المسبوط.(10)

اور احصان رجمیہ ہے کہ مجرم آزاد، عاقل، بالغ مسلمان ہو اس نے آزاد عورت سے نکاح صحیح سے شادی کی ہو اور اس سے دخول بھی کیا ہو درحالیکہ دونوں میں صفت احصان موجود ہو اسی طرح کافی میں ذکر ہے۔ کوئی شخص (مجرم) صرف خلوت جو واجب کرنے والا ہو مہر اور عدت کو، سے محصن نہیں ہوسکتا اور نہ اس جماع سے جو نکاح فاسد کے ذریعے کی ہو لیکن اس (عورت) سے کہا ہو کہ اگر میں نے تم سے شادی کی تو طلاق ہے کیونکہ نفس عقد سے ہی طلاق دی تو اس وقت کے بعد اس کا جماع زِنا ہوگا۔ لیکن یہ کہ ان پر حد واجب نہیں ہوگا بوجہ شبہ پیدا ہونے سے علماء کے اختلاف کی وجہ سے اسی طرح اگر مسلم مرد نے مسلمان عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کی اور اسکے ساتھ دخول کیا (پھر بھی ان کے جماع کو زِنا شمار کیا جائے گا لیکن علماء کے درمیان اختلاف سے پیدا ہونے والے شبہ کی وجہ سے حد واجب نہ ہوگا) اسی طرح مبسوط میں ذکر ہے۔

فہرست مراجع و مصادر

1۔ رابعہ علی، غیرت کا تاریک پہلو مترجم افتخار محمود، شرکت گاہ لاہور، 2001ء ص 15۔
2۔ ایضاً، ص 5۔
3۔ مودودی (ابوعلی)، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1998ء ج 3 ص 321۔
4۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، 1996ء ج 6 ص 344۔
5۔ شیخ احمد ملاجیون، تفسیرات احمدیہ، مطبعہ کریمیہ، بمبئی 1327ھ ص 541۔
6۔ فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ھندیہ)، مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ 1983ء ج 2 ص 146۔
7۔ علامہ مولانا سید امیر علی، عین الھدایہ اردو شرح ہدایہ، قانونی کتب خانہ کچہری روڈ لاہور، ج 2 ص 446۔
8۔ الخطیب العمری (امام علی الدین محمد بن عبداللہ) مشکوٰۃ نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد 1985ء ص 301 (القصاص)۔
9۔ مودودی (ابوعلی)، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1998ء ج 3 ص 330۔
10۔ فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ھندیہ)، مکتبہ ماجدیہ، طوغی روڈ کوئٹہ 1983ء ج 2 ص 145۔